تقسیم وراثت کے قدیم اور جدید طریقہ تقسیم کا تقابلی جائزہ

ساجد جمیل*
سید محبوب الرحمٰن شاہ**

ABSTRACT:
The Knowledge of inheritance is very important in Islamic Law, it is emphasized to learn. But due to its complex process or methods , some time back ,it was quite difficult to learn its complicated rules by heart. That was the main reason why most students of this particular subject have had to face great problems. But with the passage of time this difficulty has been removed and now every one can easily learn this subject within a few days without having any problem.

دینی مدارس کے نصاب پر وقتاً فوقتاً مختلف حلقوں کی جانب سے آوازیں اٹھتی رہتی ہیں اس میں اگرچہ بعض وہ آوازیں بھی شامل ہوجاتی ہیں جن میں اصلاح احوال کے بجائے دینی تعلیم کے پورے نظام ہی سے بدظن کرنے کے مقاصد مضمر اور پنہاں ہوتے ہیں مگر ان کی اس قسم کی کوششیں بارآور ثابت نہ ہوسکیں بلکہ اس کے ردعمل کے طور پر حیرت انگیز طور پر مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والی دینی مدارس کی تنظیمیں آپس میں اتحاد تنظیمات مدارس کے نام سے متحد ہوگئیں لیکن اس کے برعکس ایک معقول تعداد میں وہ آوازیں بھی ہیں جو واقعی جذبہ خیرخواہی سے اس نظام کو مزید بہتر کرنا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں مختلف اصحاب فکر ورائے کی آراء سامنے آتی رہتی ہیں۔

ان میں سے ایک کوشش تحریک اصلاح تعلیم کی جانب سے چاروں وفاق المدارس (وفاق المدارس العربیہ، تنظیم المدارس، وفاق المدارس السّلفیہ اور رابطۃ المدارس الاسلامیہ) سے منسلک ملک کے معروف ومشہور مدارس جید علماء کرام کی معاونت سے کی گئی جس کی روداد ''رپورٹ دینی مدارس اور اصلاح نصاب'' کے نام سے باقاعدہ شائع ہوچکی ہے(۱)۔اس رپورٹ کو جدید وقدیم علوم سے آگاہی رکھنے والے اصحاب فکر نے کافی محنت سے تیار کیا ہے اس میں صرف مدارس کے

* ریسرچ اسکالر، کراچی یونیورسٹی، برقی پتا: jamilsajid543@gmail.com
** ریسرچ اسکالر، برقی پتا: smshah26@gmail.com
تاریخ موصولہ: ۵ جون ۲۰۱۳ء

معروف علماء کرام ہی نہیں بلکہ عصری ماہرین تعلیم اور یونیورسٹیوں کے پروفیسر زحضرات بھی شامل ہیں۔

ان کے تجویز کردہ نصاب کی خاص بات مجلس فکر ونظر کے سیکرٹری اور ''رپورٹ دینی مدارس اور اصلاح نصاب'' کے مرتب کنندہ جناب ڈاکٹر محمد امین سینئر مدیر اردو دائرہ معارف سالامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے الفاظ میں یہ ہے:

سفارشات میں اسی (۸۰) فیصد وہی مواد ہے جو اس وقت رائج درس نظامی میں ہے۔ جو تبدیلیاں تجویز کی گئی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ قرآن وعلوم قرآن میں تجوید وتحفیظ کے علاوہ قدیم وجدید تفسیروں اور اصول تفسیر کا مطالعہ نیز دوران تدریس قرآن حدیث وعلوم الحدیث میں اصول حدیث کے علاوہ بخاری ومسلم کا تحقیقی مطالعہ فقہ واصول فقہ میں تقابلی فقہ کا اہتمام تدریس عربی میں جدید عربی ادب کے علاوہ عربی بولنے لکھنے اور ترجمہ کی صلاحیت وغیرہ۔

۲۔ سیرت النبی ﷺ، تاریخ اسلام، مطالعہ امت بشمول مطالعہ پاکستان، تقابل ادیان و مذاہب ضالہ اردو زبان، اصول دعوت، اصول تحقیق۔

۳۔ انگریزی زبان، مغرب کے سماجی علوم (اقتصادیات، سیاسیات، قانون اور معاشرت وغیرہ) کا تعارفی مطالعہ، مغرب کے سائنسی علوم (کیمیاء طبعیات، حیاتیات وغیرہ) کا تعارفی مطالعہ اور انفارمیشن ٹیکنالوجی۔

۴۔ تعمیر سیرت وکردار کی اہمیت، حکمت عملی اور طریق کار (۲)

اس نصاب پر شاید ہی کسی کو تحفظات ہوں، البتہ چھوٹے مدارس کی مجبوریاں اور مسائل لازمی ہو سکتے ہیں جن سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا، تاہم یہ ایک کافی بہتر نصاب قرار دیا جا سکتا ہے اس سے کافی بہتر اور مفید نتائج سامنے آسکتے ہیں۔

دینی مدارس کے علم وراثت کا نصاب کتنا پرانا ہے؟

اس وقت چار الگ الگ اور مسلکی بنیادوں پر دینی نصاب ہائے تعلیم اور ایک تقریباً متفقہ دینی نصاب ہے جسے ابھی نافذ نہیں کیا گیا مگر حیرت کی بات ہے کہ جس علم وراثت کے سیکھنے کی آپ ﷺ نے باقاعدہ اہتمام سے تلقین فرمائی ہے اس کا نصاب آٹھ سو سال پرانا ہے جس کے بعد علم وراثت کے لیے درکار لازمی علم ریاضی میں تحقیقات کے علاوہ جدید حسابی آلات میں بھی انتہائی ترقی ہوگئی ہے جس کی وجہ سے اب علم وراثت کا مشکل سے مشکل مسئلہ منٹوں میں حل ہو سکتا ہے جس کے لیے اس قدیم نصابی کتاب کے تقریباً سترہ صفحات نوک بر زبان رکھنے پڑتے ہیں اس کی اب ضرورت ہی نہ رہی۔ اس کی وجہ اکثر علماء کرام میں مسائل وراثت کو حل کرنے کی صلاحیت کا فقدان کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا، البتہ اس سے مفتی حضرات مستثنیٰ ہوں گے انہیں تخصص فی الفقہ کے دوران اس کی عملی تربیت دی جاتی ہے مگر بات وہی ہے کہ یہ طریقہ دشوار گزار ہے اس کے بجائے جب ایک آسان طریقہ موجود ہے تو اسے اختیار کیوں نہیں کیا جاتا؟ اس کی صرف اور صرف ایک

ہی وجہ ہے کہ دینی مدارس میں ابھی تک علامہ سجاوندی کی کتاب سراجی شامل نصاب ہے جس کے مصنف آج سے تقریباً آٹھ سو سال قبل فوت ہوگئے ہیں۔ان کا پورا نام محمد بن عبدالرشید ابن طیفور، سراج الدین ابوطاہر سجاوندی ہے۔ یہ مشہور ماہر ریاضی عالم ہیں ان کی سن ولادت کا علم نہیں ہوسکا البتہ یہ سن ۶۰۰ھ مطابق ۱۲۰۴ء کو فوت ہوئے۔انہوں نے علم وراثت کی مشہور کتب سراجی کے علاوہ درج ذیل کتابیں بھی لکھی ہیں: **الجبر والمقابلة، ذخائر نثار فی اخبار السید المختار ﷺ، الوقف والابتداء، شرح السراجیة.** (۴)

یہی پرانا نصاب دینی مدارس کے اداروں وفاق المدارس العربیہ(۵)، تنظیم المدارس(۶) وفاق المدارس السّلفیہ(۷) تینوں نے اپنے اپنے نصاب درجہ عالیہ (مساوی بی اے) سال دوم میں اور رابطۃ المدارس الاسلامیہ(۸) نے اپنے نصاب درجہ عالیہ (مساوی بی اے) کے سال اول میں شامل کر رکھا ہے البتہ وفاق المدارس السّلفیہ نے صرف طالبات کے لیے اسلامی قانون وراثت نامی کتابچہ مؤلفہ ابونعمان بشیر احمد شامل کیا ہے۔

اور اس سے بھی زیادہ حیرت اور تعجب کی بات یہ ہے کہ تحریک اصلاح تعلیم کی جانب سے علماء کرام اور دینی مدارس کے تعاون سے ترتیب دیے جانے والے متفقہ نصاب میں علم وراثت کو شامل ہی نہیں کیا گیا اس کی وجہ تو یہی اصحاب بتا سکتے ہیں جہاں تک ہمارا خیال ہے یہ صرف اور صرف سہو ہے اور لکھنے سے رہ گیا ہے، اسے عمداً نظرانداز نہیں کیا گیا۔ مسئلہ یہ بھی نہیں کہ جدید انداز سے نصاب مرتب کرنا کوئی مشکل اور دشوار ہے کیونکہ ان تمام مدارس میں بڑے قابل، ماہر اور جدید تعلیم یافتہ حضرات بھی موجود ہیں بلکہ مسائل وراثت کو کمپیوٹرائزڈ کرنے کی داغ بیل ڈالنے والے جناب انجینئر ملک بشیر احمد بگوی صاحب نے دینی مدارس کے طلبہ کے لیے اسی طرز پر ایک آسان سا نصاب بھی مرتب کرلیا تھا اگرچہ وہ تدریسی اور امتحانی انداز سے مرتب نہیں کیا گیا تھا تاہم اسی طرز پر کام کیا جاسکتا ہے اور اس سلسلہ میں جب بھی اہل مدارس کو ضرورت محسوس ہو تو ہمیں کسی بھی طرح سے تعاون کرنے پر خوشی ہوگی۔

علم وراثت کے قدیم نصاب کے طریقہ کی پیچیدگی:

قدیم طریقہ تقسیم وراثت پیچیدہ اور مشکل ہے جس کی وجہ سے عام اہل علم کو اس میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ اس میں تصحیح مسئلہ کے لیے کافی پیچیدہ طریقہ کار اختیار کرنا پڑتا تھا ذرا مثال ملاحظہ فرمائیں:

مثال: ایک آدمی مرا اور اس کے ورثاء میں چار بیویاں، ۱۸ بیٹیاں، ۵ دادیاں اور ۶ چچا تھے ان کا حصہ معلوم کرنے کے لیے درج ذیل طویل طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔

مسئلہ ۲۴ مضروب ۱۸۰ مضروب فیہ ۲۴ تصحیح ۴۳۲۰ ترکہ نامعلوم

	بیوی۴،	بیٹیاں ۱۸،	دادیاں ۱۵،	چچا ۶	مبلغ اول ۱۲
	۳	۱۶	۴	۱	مبلغ دوم ۳۶
کل	۵۴۰	۲۸۸۰	۷۲۰	۱۸۰	مبلغ سوم ۱۸۰
فرد	۱۳۵	۱۶۰	۴۸	۳۰	رووٗس موقوفہ ۶۔۱۵۔۹۔۴

یہ طریقہ کافی طویل اور پیچیدہ ہے یہی طریقہ علم وراثت کی قدیم کتابوں سراجی اور صابونی میں استعمال کیا گیا ہے اس کی جگہ اب نئے طریقے استعمال کرنے کا وقت آ گیا ہے۔

طریقہ دوم: طریقہ نسبت تناسب مع ذواضعاف اقل

یہ طریقہ قدرے آسان ہے اس میں ذواضعاف اقل عمل میں لایا جاتا ہے اس طریقہ سے عصری تعلیمی اداروں کی ابتدائی کتب ریاضی میں کچھ مسائل کے حل سکھائے جاتے ہیں تاہم اس میں حسابی عمل (ضرب وغیرہ) زیادہ کیا جاتا ہے مگر پھر بھی پہلے طریقہ سے کم ہی ہوتا ہے۔

مثال: ایک آدمی مرا اور اس کے ورثاء میں ماں، باپ، ۴ بیویاں، ۴ بیٹے اور ۴ بیٹیاں ہیں کل ترکہ ۴۸۰۰۰ روپے

حل: ورثاء	ماں،	باپ،	۴ بیویاں،	بیٹے۴، بیٹیاں۴
	۱/۶	۱/۶	۱/۸	باقی
ذواضعاف اقل	۴	۴	۳	۱۳

نسبتی مجموعہ	۲۴ = ۳+۴+۴+۱۳

نسبتی اکائی	۲۰۰۰ = ۴۸۰۰۰/۲۴

ماں کا حصہ:	۸۰۰۰ = ۴×۲۰۰۰

باپ کا حصہ:	۸۰۰۰ = ۴×۲۰۰۰

4 بیویوں کا حصہ	۶۰۰۰ = ۳×۲۰۰۰

ایک بیوی کا حصہ	۱۵۰۰ = ۶۰۰۰/۴

خرچ شدہ کل رقم ۲۲۰۰۰ بقایا رقم ۲۶۰۰۰ = ۴۸۰۰۰-۲۲۰۰۰

بقایا عصبہ ورثاء	بیٹا۴	بیٹی۴
چونکہ بیٹے کو بیٹی کی نسبت دگنا	۸	۴

نسبتی مجموعہ:	۱۲ = ۸+۴

نسبتی اکائی:	۲۱۶۶ء۶۶ = ۲۶۰۰۰/۱۲

۴ بیٹوں کا حصہ : ۱۷۳۳۳ء۲۸ = ۸ × ۲۱۶۶ء۶۶

ایک بیٹے کا حصہ : ۴۳۳۳ء۳۳ = ۱۷۳۳۳ء۲۸/۴

۴ بیٹیوں کا حصہ : ۸۶۶۶ء۶۶ = ۴ × ۲۱۶۶ء۶۶

ایک بیٹی کا حصہ : ۲۱۶۶ء۶۶ = ۸۶۶۶ء۶۶/۴

یہ طریقہ اگرچہ پہلے طریقہ سے آسان مگر طویل حسابی عمل کا متقاضی ہے۔

جدید طریقہ تقسیم وراثت:

اب جبکہ سائنس نے ترقی کر لی اور جدید حسابی آلہ (Calculator) ایجاد کر لیا جس سے ایک عام استعداد کے حامل آدمی کے لیے بھی علم وراثت کا حصول بہت ہی آسان ہوگیا' اس لیے اب صرف منقسم علیہ عدد ڈھونڈنے کے لیے تداخل، تباین، توافق اور تماثل سے حل کرنے میں توانائی صرف کرنا فضول ٹھہرا۔ اس جدید طریقہ کی مدد سے کوئی بھی شخص صرف اور صرف چند دنوں تقسیم وراثت بآسانی سیکھ سکتا ہے۔ ایک مڈل پاس طالب علم کے لیے ایک ہفتے کا کام ہے اور ایک فارغ درس نظامی صرف اور صرف ایک دن میں بھی سیکھ سکتا ہے۔

جبکہ دینی مدارس کے نصاب میں شامل مشہور کتاب سراجی کے ذریعے علم وراثت اتنا جلد سیکھنا ناممکن تو نہیں کہا جا سکتا البتہ انتہائی مشکل ضرور ہے۔ اس مضمون کے تحریر کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ علماء کرام بھی اس جدید طریقہ کو آزما کر دیکھیں۔

اب اس طریقہ کو انتہائی آسان اور وضاحتی انداز میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ نہ صرف علماء بلکہ طلباء بلکہ دیگر اہل علم بھی اس سے آسانی سے استفادہ کر سکیں اور انہیں کسی وقت اور مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اس طریقہ میں ہر مسئلہ کو ۲۴ سے ہی حل کر لیا جائے کیونکہ تقسیم وراثت میں صرف مندرجہ ذیل اعداد پر ہی حصص تقسیم ہوتے ہیں (۲۴، ۱۲، ۸، ۶، ۴، ۳، ۲) اور ۲۴ کا عدد دیگر ہر چھوٹے عدد پر تقسیم ہوسکتا ہے اور کیلکو لیٹر کی وجہ سے حسابی عمل کی پیچیدگی اور طوالت بھی نہیں ہوگی' اب صرف آسانی کی خاطر منقسم علیہ عدد ڈھونڈنے کے لیے تداخل تباین توافق تماثل سے حل کرنے میں توانائی صرف کرنے کا کیا فائدہ؟

اس نئے طریقہ کار میں ترکہ کے کل ۲۴ حصے فرض کرنا اور پھر اسی تناسب سے وارث کے حصے کو بھی بڑھانا ہے۔

مثلاً: اولاد کی موجودگی میں بیوی کا حصہ آٹھواں یعنی ۱/۸ ہوتا ہے اسے ۲۴ میں تبدیل کرنے سے ۳/۲۴ ہو جائے گا اسی طرح بیٹوں کی غیر موجودگی میں دو بیٹیوں کو دو تہائی یعنی ۲/۳ ملتا ہے اسے ۲۴ سے تبدیل کرنے پر ۱۶/۲۴ ہو جائے گا یہ ایک آسان سی بات ہے البتہ اس کے لیے سب سے پہلے ذوی الفروض کے حصص اور عصبات کی ترتیب معلوم ہونا ضروری

ہے ان کے سامنے اس نئے اور جدید انداز سے حصے بھی لکھ دیے ہیں۔

نقشہ نمبر 1 پہلے ورثاء (ذوی الفروض) کے حصے

#	وارث	حصہ	شرائط
۱	خاوند	۱۲/۲۴	اولاد نہ ہو
۲	خاوند	۶/۲۴	اولاد ہو
۳	بیوی	۶/۲۴	اولاد نہ ہو
۴	بیوی	۳/۲۴	اولاد ہو
۵	ایک بیٹی	۱۲/۲۴	بیٹا نہ ہو
۶	دو یا زیادہ بیٹیاں	۱۶/۲۴	بیٹا نہ ہو
۷	ایک پوتی	۱۲/۲۴	بیٹا، بیٹی اور پوتا نہ ہو
۸	دو یا زیادہ پوتیاں	۱۶/۲۴	بیٹا، بیٹی اور پوتا نہ ہو
۹	پوتی ایک یا زیادہ	۴/۲۴	صرف ایک بیٹی ہو اور کوئی بیٹا، اور پوتا نہ ہو
۱۰	ایک پڑپوتی	۱۲/۲۴	بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی اور پڑپوتا نہ ہو
۱۱	دو یا زیادہ پڑپوتیاں	۱۶/۲۴	بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی اور پڑپوتا نہ ہو
۱۲	پڑپوتی ایک یا زیادہ	۴/۲۴	صرف ایک بیٹی یا ایک پوتی ہو لیکن کوئی بیٹا، پوتا اور پڑپوتا نہ ہو
۱۳	باپ	۴/۲۴	اولاد ہو
۱۴	دادا	۴/۲۴	اولاد ہو باپ نہ ہو
۱۵	ماں	۸/۲۴	دیگر ذوی الفروض کوئی نہ ہو
۱۶	ماں	۶/۲۴	صرف بیوی اور باپ ہو
۱۷	ماں	۴/۲۴	اولاد ہو یا پھر خاوند اور باپ دونوں ہوں یا کوئی حقیقی، علاتی یا اخیافی بہن بھائی ہوں
۱۸	دادی نانی	۴/۲۴	والدین نہ ہوں ماں نہ ہو

۱۹	ایک اخیافی بہن بھائی	۴/۲۴	اولاد اور باپ دادا نہ ہوں۔ یہاں ہر عورت اور مرد کو برابر حصہ ملے گا
۲۰	دو یا زائد اخیافی بہن بھائی	۸/۲۴	اولاد اور باپ دادا نہ ہوں۔ یہاں ہر عورت اور مرد کو برابر حصہ ملے گا
۲۱	ایک حقیقی بہن	۱۲/۲۴	اولاد اور باپ دادا اور حقیقی بھائی نہ ہوں
۲۲	دو یا زائد حقیقی بہنیں	۱۶/۲۴	اولاد اور باپ دادا اور حقیقی بھائی نہ ہوں
۲۳	ایک علاتی بہن	۱۲/۲۴	اولاد، باپ، دادا، حقیقی بھائی، حقیقی بہن اور علاتی بھائی نہ ہوں
۲۴	دو یا زائد علاتی بہنیں	۱۶/۲۴	اولاد، باپ، دادا، حقیقی بھائی، حقیقی بہن اور علاتی بھائی نہ ہوں
۲۵	ایک علاتی بہن	۴/۲۴	صرف ایک حقیقی بہن ہو باقی اولاد، باپ، دادا، حقیقی بھائی اور علاتی بھائی کوئی نہ ہوں

تکملہ ثلثین: اگر میت کی دو یا دو سے زائدہ بیٹیاں ہوں تو ان کو دو تہائی ملے گا اس صورت میں اگر کوئی پوتی ہو تو وہ محروم ہو جائے گی اور اگر ایک بیٹی ہو تو اس کو نصف ملتا ہے اس صورت میں اگر ایک پوتی ہو یا زائد ہوں تو ان کو سدس ملتا ہے اس طرح ان دونوں کا مجموعی حصہ دو تہائی بن جائے گا (۱۶/۲۴=۴/۲۴+۱۲/۲۴) جو کہ دو بیٹیوں کا مخصوص حصہ ہے۔

ان ذوی الفروض سے جو ترکہ بچے گا وہ درج ذیل ترتیب سے عصبات میں تقسیم ہو گا ان میں سے سب سے قریبی یا پہلے نمبر والا وارث باقی تمام دوسرے ورثاء کو محروم کر دیتا ہے۔

#	وارث	شرائط
۲۶	بیٹا، بیٹی	یہاں ہر مرد کو عورت سے دگنا ملے گا اور مرد زندہ نہ ہو تو عورت یہاں محروم ہو گی
۲۷	پوتا، پوتی	یہاں ہر مرد کو عورت سے دگنا ملے گا اور مرد زندہ نہ ہو تو عورت یہاں محروم ہو گی
۲۸	پڑ پوتا، پڑ پوتی	یہاں ہر مرد کو عورت سے دگنا ملے گا اور مرد زندہ نہ ہو تو عورت یہاں محروم ہو گی یہاں ہر مرد کو عورت سے دگنا ملے گا اور مرد زندہ نہ ہو تو عورت یہاں محروم ہو گی
۲۹	باپ	
۳۰	دادا	
۳۱	حقیقی بھائی و بہن	یہاں ہر مرد کو عورت سے دگنا ملے گا اور مرد زندہ نہ ہو تو عورت کو اس صورت میں حصہ ملے گا جب وہ بطور ذوی الفروض میں محروم رہی ہو
۳۲	علاتی بھائی و بہن	یہاں ہر مرد کو عورت سے دگنا ملے گا اور مرد زندہ نہ ہو تو عورت کو اس صورت میں حصہ ملے گا جب وہ بطور ذوی الفروض میں محروم رہی ہو

۳۳	حقیقی چچا	اگر یہ نہ ہوتو حقیقی چچا کی اولاد اوران کی عدم موجودگی میں علاتی چچا اور اگر یہ نہ ہوتو اس کی اولاد وارث ہوگی اور اگر یہ بھی نہ ہوں تو باپ کا حقیقی چچا اوراس کی عدم موجودگی میں اس کی اولاد ورنہ دادا کا حقیقی چچا اوراس کی عدم موجودگی میں اس کی اولاد ورنہ علاتی چچا وارث ہے اوراس کی عدم موجودگی میں اس کی اولاد وارث ہوگی۔
۳۴	مسئلہ رد	اگر مذکورہ بالا میں سے کوئی عصبہ بھی موجود نہ ہوتو خاوند اور بیوی کے علاوہ دیگر ذوی الفروض میں ان کے حصے کے تناسب سے ترکہ تقسیم ہوگا۔
۳۵	ذوی الارحام	اگر مندرجہ بالا وارثوں میں سے کوئی ایک بھی نہ ہوتو پھر ذوی الارحام کو ملے گا' اگر ایک بھی عصبہ میں وارث ہوتو اسے سارا ترکہ مل جائے گا چونکہ ایسا شاذ ونادر ہی ہوتا ہے کہ میت کے مذکورہ بالا ورثاء میں سے کوئی وارث نہ ہواس لیے ذوی الارحام کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں
۳۶	وصیت	جسے تمام مال کی میت نے وصیت کردی ہو

جتنے وارث زندہ موجود ہوں ان کے نام لکھ کر ان کے سامنے اس چارٹ کی مدد سے ان کے حصے بھی لکھتے جائیں شرائط کا خاص خیال رکھیں جن ورثاء کو کسی وارث کی وجہ سے حصہ نہ ملے اس کے سامنے محروم لکھ دیں باقی ہر وارث کے حصے کو کل ترکہ سے ضرب دے دیں جواب تیار ہے۔

مسائل متفرقہ:

۱۔ اگر میت کے وارث صرف نانا اور نانی ہی زندہ ہوں باقی کوئی بھی نہ ہوتو سارا ترکہ نانی کو ملتا ہے نانا محروم ہوتا ہے۔

۲۔ مندرجہ ذیل لوگ وارث نہیں ہوتے' سوتیلا باپ' سوتیلی ماں' سسر' ساس' بہو' دیور' نند' بھاوج' سالے' سالیاں' وارث مرد کی بیوی' وارث بیوی کا خاوند' منہ بولا بیٹا۔

مذکورہ جدید طریقہ کی چند مثالوں سے وضاحت کی جاتی ہے:

مثال نمبرا: میت شریف صاحب کے ورثاء میں ان کی ماں' ایک حقیقی بہن' ایک علاتی (سوتیلا) بھائی' ایک بیٹی اورایک پوتی ہے اوران کا کل ترکہ ۱۰۰۰ روپے ہے تو اسے درج ذیل انداز سے بڑی آسانی سے تقسیم کیا جاسکتا ہے ان کے بالترتیب نام لکھ کر چارٹ کی مدد سے حصے بھی لکھ دیں اور پھر کل ترکہ کو حصے سے ضرب کردیں جواب بالکل آسانی سے تیار ہے۔

#	ورثاء	حصہ	تقسیم	رقم
۱	ماں	۴/۲۴	۱۰۰۰×۴/۲۴	۱۶۶ء۶۶
۲	ایک حقیقی بہن	عصبہ	عصبہ کو ذوی الفروض سے بقایا ترکہ ملے گا	
۳	ایک علاتی (سوتیلا) بھائی	محروم	عصبہ حقیقی بہن کی موجودگی علاتی بھائی محروم ہوتا ہے	
۴	ایک بیٹی	۱۲/۲۴	۱۰۰۰×۱۲/۲۴	۵۰۰ء۰۰
۵	ایک پوتی	۴/۲۴	۱۰۰۰×۴/۲۴	۱۶۶ء۶۶
۶	ذوی الفروض میں کل تقسیم شدہ	۲۰/۲۴		
۷	بقایا حصے	۴/۲۴	یہ حصہ اب عصبہ کو ملے گا۔	

ایک حقیقی بہن کو چھوڑ کر باقی تمام ورثاء کو کل مال کا ۲۰/ ۲۴ حصہ مل گیا اب بقایا ۴/ ۲۴ حصہ بچ گیا ہے جو اس کی حقیقی بہن کو ملے گا' لہٰذا

۸	ایک حقیقی بہن	۴/۲۴	۱۰۰۰×۴/۲۴	۱۶۶ء۶۶

لہٰذا اب اسے ترتیب سے لکھا جائے۔

مثال نمبر۲: ترکہ ۱۰۰۰

#	ورثاء	حصہ	تقسیم	رقم
۱	بیوی	۶/۲۴	۱۰۰۰×۶/۲۴	۲۵۰
۲	نانی	۴/۲۴	۱۰۰۰×۴/۲۴	۱۶۶ء۶۶
۳	والد	۴/۲۴	۱۰۰۰×۴/۲۴	۱۶۶ء۶۶
۴	کل تقسیم شدہ حصے	۱۴/۲۴		
۵	بقایا حصے عصبہ (والد)	۱۰/۲۴	۱۰۰۰×۱۰/۲۴	۴۱۶ء۶۶

اس میں ذوی الفروض کے کل تقسیم شدہ ۲۴/ ۱۴ حصے ہیں بقایا ۲۴/ ۱۰ حصے بچ گئے جو عصبہ کو ملیں گے جو کہ یہاں والد ہے گویا والد کو ذوی الفروض کے حصہ کے علاوہ عصبہ کا بھی حصہ ملا اس طرح اسے ۲۴/ ۱۴=۱۰/۲۴+۴ حصے ملیں گے۔

مثال نمبر۳: مسئلہ عول

اکثر مسائل ۲۴ سے حل ہوجاتے ہیں لیکن کبھی ورثاء کے حصوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے اس صورت میں حصوں کو چھوٹے کر کے ان کی تعداد کو بڑھا دیا جاتا ہے اسے عول کہا جاتا ہے (یہ مسئلہ سب سے پہلے دور فاروقی میں پیش آیا۔میت کا

ایک خاوند اور دو بہنیں تھیں اس صورت میں کل ترکہ اگر ۲۴ روپے ہو تو نصف (یعنی ۱۲) خاوند کو اور کل کا دو تہائی (یعنی ۱۶) دو بہنوں کا حصہ ہے، یہ کل رقم ۲۸ ہوئی جبکہ ترکہ ۲۴ روپے تھا۔ اس خاص صورت میں حضرت زید بن ثابتؓ کے مشورہ سے حضرت عمرؓ نے تمام ورثاء کے حصص اسی تناسب سے کم کر دیے یعنی خاوند کو ۱۲/۲۴ کے بجائے ۱۲/۲۸ اور بہنوں کو ۱۶/۲۴ کے بجائے ۱۶/۲۸ دیا اس پر اجماع امت ہو گیا(۹)۔) اور یہ عول زیادہ سے زیادہ چالیس تک ہو سکتا ہے۔ اس جدید طریقہ میں عول کے مسائل بھی اسی انداز سے بڑی آسانی سے حل کیے جا سکتے ہیں۔

مثلاً: میت جمیل کے ورثاء ۲ بیویاں، ماں، باپ، ۲ بیٹیاں اور ترکہ ۱۰۰۰ ہے۔

#	ورثاء	حصہ	تقسیم	کل حصہ فریق	فی فرد حصہ
۱	۲ بیویاں	۳/۲۴	حصوں کو ترکہ سے ضرب مثلاً	۱۱۱ء۱۱	۵۵ء۵۵
۲	ماں	۴/۲۴	۱۰۰۰×۴/۲۷=۱۴۸ء۱۴۸	۱۴۸ء۱۴۸	۱۴۸ء۱۴۸
۳	باپ	۴/۲۴		۱۴۸ء۱۴۸	۱۴۸ء۱۴۸
۴	۲ بیٹیاں	۱۶/۲۴	۱۰۰۰×۱۶/۲۷=۵۹۲ء۵۹	۵۹۲ء۵۹	۲۹۶ء۲۹
	کل حصے	۲۷			

ان ذوی الفروض کے حصص جمع کرنے پر ۲۷ ہو گئے تھے اس لیے کل قابل تقسیم حصص ہی ۲۷ کر دیئے۔

مثال نمبر۴: وارثاء ایک بیوی، ماں، ایک علاتی اور ایک اخیافی بہن، اور ایک نانی ترکہ ۳۹۰۰۰

#	ورثاء	حصہ	تقسیم	رقم
۱	بیوی	۶/۲۴	۳۹۰۰۰×۶/۲۶	۹۰۰۰
۲	ماں	۴/۲۴	۳۹۰۰۰×۴/۲۶	۶۰۰۰
۳	علاتی (سوتیلی) بہن	۱۲/۲۴	۳۹۰۰۰×۴/۲۶	۶۰۰۰
۴	اخیافی (ماں شریک)	۴/۲۴	۳۹۰۰۰×۱۲/۲۶	۱۸۰۰۰
۵	نانی	محروم	ماں کی وجہ سے محروم	
	کل حصے	۲۶		

یہاں کل ۲۶ حصے بن رہے تھے اس لیے انہیں ۲۶ پر ہی تقسیم کر دیا گیا۔

مثال نمبر۵: مسئلہ رد

اگر ذوی الفروض ورثاء کے علاوہ عصبات میں سے سیریل نمبر ۲۶ تا ۳۳ کوئی وارث نہ ہو تو بقیہ ترکہ کو خاوند اور بیوی

نکال کر باقی ورثاء پر ان کے حصوں کے تناسب سے تقسیم کیا جاتا ہے چونکہ خاوند بیوی صرف نکاح سے ایک دوسرے کے وارث بنے ہیں اس لیے انہیں ذوی الفروض سببی کہا جاتا ہے کہ یہ ایک سببی اور اتفاقیہ رشتہ ہے اس لیے انہیں مسئلہ رد میں شامل نہیں کیا جاتا جبکہ دیگر ورثاء ذوی الفروض نسبی (نسبی وارث) کہلاتے ہیں۔

مثلاً ایک آدمی مرا اور اس کے ورثاء میں ایک بیوی' ایک حقیقی اور ایک علاتی بہن اور اس کا ترکہ ۸۰۰۰۰

#	ورثاء	حصہ	تقسیم	رقم
۱	بیوی	۶/۲۴	۸۰۰۰۰×۶/۲۴	۲۰۰۰۰
۲	حقیقی بہن	۱۲/۲۴	۸۰۰۰۰×۱۸×۱۲/۲۴/۱۶	۴۵۰۰۰
۳	علاتی بہن	۴/۲۴	۸۰۰۰۰×۱۸×۴/۲۴/۱۶	۱۵۰۰۰
۴	تقسیم شدہ حصے	۲۲		

یہاں کچھ حصے (۲/۲۴) بچ گئے ہیں انہیں صرف ذوی الفروض نسبی پر ان کے حصوں کے تناسب سے تقسیم کیا جائے گا اس لیے ایک بار مزید تقسیم ہوگی یہاں ذوی الفروض سببی بیوی ہے۔اس دوسری تقسیم میں اس کے حصے ختم کرنے پر بقایا ترکہ ان کے اپنے حصوں کے تناسب سے تقسیم ہوگا اور ان باقی دو ورثاء حقیقی بہن اور علاتی بہن کے حصے ۱۶=۱۲+۴ ہوتے ہیں یعنی دوسری تقسیم میں بیوی کے ۶ حصے نکال کر بقایا ۱۸ حصوں کو بالترتیب ۱۶ اور ۴ کی نسبت سے تقسیم کیا جائے گا۔

مثال نمبر۶: مسئلہ رد ترکہ ۲۴۰۰۰

#	ورثاء	حصہ	تقسیم	کل حصہ فریق	فی فرد حصہ
۱	بیوی	۳/۲۴	۲۴۰۰۰×۳/۲۴	۳۰۰۰	۳۰۰۰
۲	5 بیٹیاں	۴/۲۴	۲۴۰۰۰×۲۱×۱۶/۲۴/۱۶	۲۱۰۰۰	۴۲۰۰
۳	5 پوتیاں	محروم			
۴	5 ماں شریک بھائی	محروم			

مثال نمبر۷: ایک عورت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس آئی اور کہا میرے بھائی نے چھ سو اشرفیاں ترکہ چھوڑیں مجھے صرف ایک اشرفی دی گئی ہے۔امام صاحبؒ نے پوچھا کہ ترکہ کس نے تقسیم کیا تو اس نے کہا کہ آپ کے شاگرد شیخ داؤد طائی نے ترکہ تقسیم کیا ہے تو آپ نے فرمایا۔وہ ناحق ظلم کرنے والا نہیں۔امام صاحب نے کہا۔اچھا یہ بتا' کیا تیرے بھائی کی دادی ہے۔اس نے کہا۔ہاں۔امام صاحب نے پوچھا۔کیا تیرے بھائی کی دو بیٹیاں بھی ہیں۔اس نے کہا۔ہاں۔امام صاحب نے پوچھا کہ تیرے بھائی کی بیوی ہے۔اس نے کہا۔ہاں۔امام صاحب نے پوچھا کہ کیا تیرے بھائی کے بارہ

بھائی ہیں۔اس نے کہا۔ہاں۔امام صاحب نے فرمایا پھر تیرا حصہ ایک ہی اشرفی بنتا ہے۔اس واقعہ کو جدید انداز سے یوں لکھا جائے گا۔

ورثاء ایک بیوی، ۲ بیٹیاں، ۱۲ بھائی، ایک بہن اور دادی، کل ترکہ ۶۰۰

#	ورثاء	حصہ	تقسیم	کل حصہ فریق	فی فرد حصہ
۱	بیوی	۳/۲۴	۶۰۰x۳/۲۴	۷۵	۷۵
۲	۲ بیٹیاں	۱۶/۲۴	۶۰۰x۱۶/۲۴	۴۰۰	۲۰۰
۳	۱۲ بھائی ایک بہن	عصبہ	۶۰۰x۱/۲۴=۲۵	۲۴ ۱	2 "۱"
	دادی	۴/۲۴	۶۰۰x۴/۲۴	۱۰۰	۱۰۰
	کل حصے	۲۳			

ذوی الفروض کو ترکہ تقسیم کرنے کے بعد صرف ایک حصہ بچا جو میت کے بارہ بھائیوں اور ایک بہن میں تقسیم ہوا صرف ان سات مثالوں سے یہ جدید طریقہ بخوبی سمجھ آ سکتا ہے اور ذوی الفروض اور عصبات کے تمام مسائل چند منٹوں میں بآسانی حل ہوسکتے ہیں۔باقی تیسری قسم ذوی الارحام ورثاء کا شاذ و نادر ہی کوئی ایک کیس ہوسکتا ہے جسے زیر ترتیب کتاب ''جدید طریقہ تقسیم وراثت'' میں تفصیل سے بیان کیا جارہا ہے۔

چونکہ اس مضمون سے عام قارئین بھی استفادہ کرسکتے ہیں اس لیے چند مزید گزارشات جنہیں نظرانداز کرنے سے تشنگی رہ سکتی ہے، بیان کرنا مفید ہوگا۔

مسئلہ مناسخہ: اگر کوئی آدمی مرجائے اور اس کا بھی ابھی ترکہ تسیم نہ ہوا ہو اور اس کا کوئی دوسرا وارث بھی مرجائے اس صورت میں ترکہ ترتیب وار تقسیم کیا جائے گا۔یعنی پہلے مرنے والے کا ترکہ سب سے پہلے تقسیم کیا جائے گا اس میں سے اس کے اس وارث کا بھی حصہ نکالا جائے گا جو بعد میں مرا ہے اس کے بعد دوسرے مرنے والے کا ترکہ تقسیم کیا جائے گا اسی طرح اگر کوئی خاندان سابقہ کچھ سالوں میں مرنے والوں کے ترکے تقسیم کرنا چاہتا ہے تو اسے ہر ایک کی موت کے وقت کے موجود ورثاء کے مطابق تقسیم کرنا ہوگا۔

ایک سے زیادہ حصے لینا:

اگر کوئی وارث دوہری حیثیت کا حامل ہو تو اسے دہرا حصہ ملے گا جیسے ایک عورت کا خاوند اس کا چچازاد بھائی بھی ہے اگر اس کا کوئی اور وارث نہ ہو تو اسے ہر دو حیثیت سے الگ الگ حصہ ملے گا۔

مرگِ انبوہ:

کچھ آدمی جو ایک دوسرے کے وارث ہوں کسی وبائی مرض یا حادثہ میں اکٹھے مرجائیں اور تقدیم وتاخیر معلوم نہ ہوسکے اس صورت میں ایک آدمی کی اور وراثت کی تقسیم کے وقت دوسرے افراد کو مردہ سمجھا جائے گا پھر دوسرے اور تیسرے کی وراثت کے وقت تیسرے اور چوتھے کو بھی مردہ سمجھا جائے گا اور کسی کی وفات سے پہلے مرنے والوں کو وراثت نہیں ملتی۔

تخارج:

اگر کوئی وارث دوسرے وارثوں کی رضامندی سے اس شرط پر اپنا حق وراثت چھوڑ دے کہ اس کو کوئی خاص چیز وراثت میں دی جائے تو یہ جائز ہے۔ مثلاً گاڑی مکان وغیرہ۔ اب سارا ترکہ مخصوص چیز لینے والے آدمی سمیت تمام وارثوں پر شرعی حصص کے مطابق تقسیم ہوگا پھر مخصوص چیز لینے والے کا حصہ دیگر ورثاء میں ان کے حصص کے تناسب سے تقسیم ہوگا۔ مثلاً جمیل کا ترکہ مکان ۱۰۰۰/روپے ہے اور بیوی نے مکان لے لیا۔

وارث	حصہ	تقسیم	رقم	تخارج	رقم فرد
بیوی	۳/۲۴	۳/۲۴×۱۰۰۰	۱۲۵	مکان	مکان
بیٹی	۱۲/۲۴	۱۲/۲۴×۱۰۰۰	۵۰۰	۷۱ء۴۲=۱۲/۲۱×۱۲۵	۵۷۱ء۴۵
باپ	۴/۲۴+۵	۹/۲۴×۱۰۰۰	۳۷۵	۵۳ء۵۷=۹/۲۱×۱۲۵	۴۲۸ء۵۷

اس میں بیوی کو مکان دے دیا باقی ترکہ میں سے اس کا مجوزہ حصہ دوسرے ورثاء پر ان کے اپنے حصص کے تناسب سے تقسیم کردیا جیسے یہاں اس بیوی کا حصہ ۱۲۵ روپے بنا جسے بیٹی اور باپ میں بارہ اور نو کی نسبت سے تقسیم کردیا جو کہ بالترتیب ۷۱ء۴۲ اور ۵۳ء۵۷ ہوا' یہ ملا کر بیٹی کو ۵۰۰+۷۱ء۴۲ کل ۵۷۱ء۴۵ اور باپ کو ۳۷۵+۵۳ء۵۷ کل ۴۲۸ء۵۷ رقم مل گئی۔

کچھ اشکالات:

کچھ جدید تعلیم یافتہ حضرات یتیم پوتے کی وراثت کے متعلق کسی گتھی کو سلجھانے کی کوشش اور جستجو میں نظر آتے ہیں مگر اسے اگر درست سمت سے دیکھا جائے تو یہ گتھی پہلے ہی سلجھی ہے اس میں الجھاؤ ہی نہیں۔ یہ الجھاؤ اسی صورت میں محسوس ہوتا ہے جب اسے دوسرے زاویہ سے دیکھا جائے۔

اسلامی اصول وراثت کے تحت اگر میت کے بیٹے زندہ ہوں تو یتیم پوتے کو وراثت نہیں ملتی' اگر کوئی بھی بیٹا زندہ نہیں تو پھر پوتے پوتیوں کو وراثت میں حصہ ملتا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر یتیم پوتے کو زیادہ حصہ دیے جانے اور اس کا دوسرے تمام ورثاء سے زیادہ خیال رکھنے اور اس کے ساتھ تعاون اور ہمدردی کرنے کا موقع فراہم کردیا ہے۔

اسلامی قانون وراثت کا اصول اور حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

لا وصیة لــوارث (۱۰) یعنی کسی وارث کے لیے وصیت جائز نہیں کیونکہ ورثاء کے حصص مقرر کر دیے گئے ہیں اب کسی وارث کو وراثت کے حصہ کی مزید وصیت کرتا ہے تو اس میں کافی خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں' البتہ غیر وارث افراد کے لیے ایک تہائی (۱/۳) تک وصیت کی اجازت ہے۔اب اگر ایک میت کے ورثاء میں ماں باپ' بیوی' چھ بیٹے' چھ بیٹیاں' ایک پوتا ہو اور اس کا کل ترکہ ۳ لاکھ روپے ہو اور پوتا بھی وارث ہو تو ظاہر ہے اس کو بیٹے کے برابر ہی حصہ ملتا پھر وراثت کچھ یوں تقسیم ہوتی۔

وارث	حصہ	تقسیم	رقم	رقم فرد
بیوی	۳/۲۴	۳۰۰۰۰۰x۳/۲۴	۳۷۵۰۰	۳۷۵۰۰
ماں	۴/۲۴	۳۰۰۰۰۰x۴/۲۴	۵۰۰۰۰	۵۰۰۰۰
باپ	۴/۲۴	۳۰۰۰۰۰x۴/۲۴	۵۰۰۰۰	۵۰۰۰۰
۶ بیٹے	۱۳/۲۴	۳۰۰۰۰۰x۱۳/۲۴	۱۶۲۵۰۰	۱۶۲۵۰
۶ بیٹیاں		یہ عصبہ ہیں انہیں ذوی الفروض سے بقایا ترکہ		۸۱۲۵
ایک پوتا		۱۳/۲۴ ملے گا اور ہر لڑکے کو لڑکی سے دگنا ملے گا		۱۶۲۵۰

کل رقم ۳۰۰۰۰۰ (تین لاکھ)

یہ تو ایک عام مثال ہے ماضی میں جب ایک سے زائد شادیوں کا عام رواج تھا جس کی وجہ سے پندرہ بیس سے زائد اولاد ایک حسب معمول تعداد شمار ہوتی تھی اس صورت میں ایک یتیم پوتے کو دیگر چچا ورثاء کے مساوی حصہ دیا جانا یک گونہ ظلم شمار ہوتا۔

ذرا ٹھنڈے دل سے سوچا جائے تو بات بالکل واضح ہو جائے گی۔یتیم پوتے کی نسبت بیٹا زیادہ خود کفیل ہوتا ہے جبکہ یتیم پوتا زیادہ ضرورت مند ہوتا ہے مگر اس مثال میں پوتے کو ۳ لاکھ میں سے صرف ۱۶۲۵۰/روپے ملے' اسی لیے شریعت نے پوتے کو ذوی الفروض اور عصبہ سے نکال کر اور وراثت میں مقرر حصے سے محروم کرتے ہوئے وصیت کی مد سے دادا کی کل جائیداد سے ایک تہائی حصہ لینے کا یتیم پوتے کو مستحق بنا دیا۔

یعنی اس مسئلہ مذکورہ میں دادا اپنے اس یتیم پوتے کو ایک لاکھ تک وصیت کر سکتا ہے اور اگر یتیم پوتا بھی وارث ہوتا تو اس کی اس انداز سے اضافی امداد کرنا ناجائز ہوتا جیسا کہ کتب حدیث میں ایک واقعہ بھی موجود ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ قال ألک بنون؟ قال نعم، قال فکلهم أعطیت مثل هٰذا؟ قال لاقال فلا أشهد علی جور(۱۱)

''کیا آپ نے اس بیٹے کی طرح دوسرے بیٹوں کو بھی تحفہ دیا ہے تو صحابی نے فرمایا کہ نہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اس ظلم کا گواہ نہیں بن سکتا۔''

گویا کسی ایک وارث اولاد کو دوسروں کی موجودگی میں انہیں محروم کر کے اضافی طور پر مال دینا ناجائز اور ظلم ہے۔

کیا اس صورت میں یتیم پوتے کا زیادہ فائدہ ہے یا ذوی الفروض اور عصبہ میں شامل ہونے پر زیادہ فائدہ ہے؟ خدا نے یتیم کی امداد کا دادا کو زیادہ بااختیار بنادیا کیونکہ باپ کے مرنے کے بعد اس یتیم کا اس دنیا میں بظاہر ہمدرد، خیر خواہ، نگران اور کفیل سب سے زیادہ دادا ہی ہوسکتا ہے اور اس موجودہ صورت میں میت کے ترکہ کے جتنے بھی وارث ہوں اس یتیم پوتے کی صحت پر کسی قسم کا اثر نہیں پڑے گا، دادا اس کے لیے ایک تہائی مال کی وصیت کرسکتا ہے۔ اب اگر دادا ہی اپنے اس یتیم پوتے کو محروم کردے تو قصور اسلام کا تو نہیں۔ اسی طرح دیگر مسائل بھی ہیں، اگر خامی نظر آرہی ہے وہ صرف غلط سمت سے دیکھنے کی وجہ سے ہے ورنہ دین اسلام عین دین فطرت ہے دور رس نگاہوں میں عقل و حکمت کے عین مطابق ہے۔

اشکال دوم:

اسی طرح کچھ لوگوں کو وراثت میں عورت کو مرد کی نسبت کم حصہ ملنے پر بھی شبہات ہیں یہ بھی بالکل اسی طرح یک طرفہ سوچ کا مظہر ورنہ اگر بغور دیکھا جائے تو اس میں بھی دین اسلام کے احکامات میں موجود حکمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اگرچہ ایک بندہ مسلم کی شان **آمنا وسلمنا وسمعنا واطعنا** (ایمان لے آئے تسلیم کرلیا اور مان لیا) ہے کیونکہ جس طرح آنکھ کی قوت بصارت محدود فاصلہ تک کام آسکتی ہے کان ایک حد تک کی آواز کا ادراک کرسکتا ہے، ناک محدود فاصلے تک کی مشموم اشیاء کو سونگھ سکتی ہے، زبان کا دائرہ کار بھی محدود ہے، اسی طرح عقل کا بھی دائرہ کار محدود ہے، اس سے باہر اس کی رسائی ہی ممکن نہیں۔ جس طرح ایک عام آدمی دیوار کے باہر اشیاء کو بالفعل دیکھنے کا دعویٰ کرے یا سینکڑوں میل دور کی انسانی آواز بغیر کسی ذریعے کے اپنی قوت سماعت سے سننے کا دعویٰ کرے تو ساری دنیا اسے پاگل کہے گی اسی طرح عقل کے دائرہ کار سے باہر کے امور پر رائے زنی کرنے والے میں احتیاط کا دامن تھامنا ہوگا۔

اس موقع پر بھی اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو عورت کو مرد کی نسبت زیادہ فائدہ ہے کیونکہ تین سو روپے میں سے اگر عورت کو ایک سو روپیہ مل گیا وہ بالکل اضافی اور بچت ہے کیونکہ عورت کے جملہ اخراجات روٹی، کپڑا اور مکان وغیرہ مرد کے ذمہ ہیں، اس پر تو اپنی ذات کا خرچ بھی ذمہ نہیں ہے، باقی لوگ تو دور کی بات ہیں اس پر والدین کا بوجھ نہ ہی اولاد کا خرچ اور

نہ ہی عزیز واقارب کا نان نفقہ کچھ بھی لازمی نہیں' اس کے برعکس مرد کو اگر دوسو روپیہ تو ملے تو کیا ہوا اس پر تو اس کے اپنے ذاتی اخراجات کے علاوہ بیوی کے جملہ اخراجات' والدین کی خدمت' دوست احباب کی مہمانداری' عزیز واقارب کی امداد اور اولاد کے جملہ اخراجات سب ہی کچھ ہیں۔

انصاف کا تقاضا بہ عقل انسانی تو یہ چاہتا ہے کہ تین سو روپے سارے مرد کو ملنے چاہئیں مگر خالق کائنات نے دور جاہلیت کی مظلوم ظلم کے معاشرہ میں پسی ہوئی اور محروم عورت کی حوصلہ افزائی' دلجوئی کی خاطر مرد کی وراثت کا ۵۰ فیصد دے دیا' یہ صرف اسلام کی جانب سے عورت کے احترام کو اجاگر کرنا تھا ورنہ یہ رقم تو اس کی مکمل بچت بن سکتی ہے۔

اسی پر بس نہیں بلکہ مسائل میں عورت کا حصہ مرد کے برابر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وإن كان رجل يورث كللة او امراة وله اخ او اخت فلكل واحد منهما السدس' فان كانوا اكثر من ذٰلک فهم شركاءُ في الثلث من بعد وصية يوصىٰ بها او دين غير مضار وصية من الله والله عليم حليم(۱۲)

''اور اگر ایسے مرد یا عورت کی میراث ہو جس کے نہ باپ ہو نہ بیٹا مگر اس کے بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ۔ اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے (یہ حصے بھی) ادائے وصیت وقرض بعد کے بشرطیکہ ان سے میت نے کسی کا نقصان نہ کیا ہو (تقسیم کیے جائیں گے) یہ خدا کا فرمان ہے اور خدا نہایت علم والا (اور) نہایت حلم والا ہے۔''(۱۳)

اس میں تصریح ہے کہ میت کے اخیافی (ماں شریک) بھائی کو میت کی اخیافی بہن کے برابر حصہ ملتا ہے۔ اور ایک مقام پر تو مرد محروم اور عورت کو ساری وراثت مل جاتی ہے۔ مثلاً میت کے ورثاء میں صرف نانا اور نانی ہوں تو نانی تنہا وارث ہوتی ہے' نانا محروم ہو جاتا ہے۔ کیا کسی مذہب میں ایسا ممکن ہے عورت کو تنہا وارث قرار دیا گیا ہو اور مرد محروم ہو' یہ اعزاز صرف اسلام نے دیا ہے۔ اسلام نے تو عورت پر اس کی حیثیت' طاقت' قوت اور گنجائش کے مطابق ذمہ داری ڈالی تھی اور اس پر زیادہ بوجھ نہ ڈالا جانے سے محفوظ کرنے کا اہتمام کیا ہے' مگر غیر اسلامی معاشرے نے مرد کے برابر بلکہ مرد سے دگنا بوجھ ڈال دیا کہ عورت مرد کی طرح کمائے بھی اور گھر بھی سنبھالے اور ایسے حالات میں بھی ملازمت کرے جب دوران حمل ودوران رضاعت اسے آرام اور سکون کی زیادہ ضرورت ہو' کیا یہ عورت سے انصاف ہے یا اس پر اضافی بوجھ ہے اس کا فیصلہ آج کی اسی عورت پر چھوڑا جا سکتا ہے۔ اسلام نے تو عورت کو ذہنی دباؤ سے محفوظ رکھنے کے لیے گواہی کے میدان میں اس کے ساتھ دوسری عورت کو معاون و مددگار بھی مقرر کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ان تضل احداهما فتذكر احداهما الاخرى(۱۴)

''اگر ایک بھول جائے تو دوسری یاد دلا دے۔''(۱۵)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ عورت مرد کے مقابلے میں نصف انسان ہے ورنہ نانا کو محروم کرتے ہوئے نانی ساری وراثت نہ لے جاتی اور خاص عورتوں کے معاملات میں صرف عورت کی گواہی معتبر نہ ہوتی بلکہ عورت پر کسی بھی قسم کا اضافی بوجھ کم از کم رکھنے کی کوشش ہے۔ جدید تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ عورت کی تخلیقی ساخت ہی کچھ اس طرح ہے کہ وہ مرد کی طرح امور کی انجام دہی سے قاصر ہے۔

مراجع وحواشی

(۱) محمد امین، ڈاکٹر، ہمارا دینی نظام تعلیم، طبع اول، لاہور، دار الاخلاص (۲۰۰۴)

(۲) ایضاً، ص ۱۲۸

(۳) حاکم، ابوعبداللہ نیشاپوری، مستدرک حاکم، ج:۴، ص:۹۷، طبع اول، مصر، دار الحرمین للطباعۃ والنشر والتوزیع (۱۹۹۷ء)، ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید قزوینی، سنن ابن ماجہ، ج:۲، ص:۲۰۸ (طبع ندارد) بیروت، دار احیاء الکتب العربیہ، سن ندارد، دار قطنی، علی بن عمر، سنن دار قطنی، ج:۵، ص:۱۱۷ (طبع اول) بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ (۱۴۲۴ھ)

(۴) زرکلی، خیر الدین، الاعلام، ج:۷، ص:۲۷ (طبع پانزدہم) بیروت، دار العلم للملایین، (۲۰۰۲)

(۵) نصاب تعلیم وفاق المدارس العربیہ ملتان

(۶) نصاب تعلیم تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان

(۷) وفاق المدارس السلفیہ نصاب تعلیم ونظام امتحانات

(۸) دستور ونصاب تعلیم رابطۃ المدارس الاسلامیہ، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور

(۹) سید شریف علی جرجانی، شریفیہ شرح سراجیہ، ص:۵۱، (طبع نامعلوم) انڈیا، مطبع العلوم لکھنؤ (۱۸۰۳ء)

(۱۰) نسائی، ابوعبدالرحمٰن بن شعیب، سنن نسائی، حدیث نمبر ۳۶۴۱ (طبع نامعلوم) حلب، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ (سن ندارد)، ابوداؤد، سلمان بن اشعث سجستانی، ج:۴، ص:۲۰۳، طبع اول، بیروت، سنن ابوداؤد، دار ابن حزم (۱۹۹۷ء)، ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، ج:۴، ص، طبع اول، ۴۳۳، بیروت، دار غرب الاسلامی، (۱۹۹۶ء)

(۱۱) مسلم ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۶۲۳ طبع اول، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۹۹۱

(۱۲) سورہ النساء آیت نمبر ۱۲

(۱۳) ابوالاعلیٰ، مودودی، مولانا، تفہیم القرآن، جلد اول، ص ۳۲۹ طبع ۳۰، لاہور ترجمان القرآن (۲۰۰۶)

(۱۴) سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۸۲

(۱۵) ابوالاعلیٰ، مودودی، مولانا، ایضاً، ص ۳۲۰

☆ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمالک صاحب نے مقالہ نگاروں کی اس ابتدائی کاوش کو قابلِ قدر وقابلِ تحسین قرار دیا ہے۔ علمِ وراثت کے ماہرین اور ریاضی کے ماہرین کی مشترکہ کاوش سے اس سلسلے میں جدید طریقۂ نصاب سازی کے مطابق اسکول، کالج اور جامعات کے طلبہ کے لیے بھی کتب لکھی جاسکتی ہیں۔ مروجہ ریاضی کی ہر سطح کی کتب میں تقسیمِ وراثت کے سوال شامل ہونے چاہئیں۔ (مدیر)